

محب الارث

(علامہ اسلم جبراچوری مدظلہ العالی)

(علامہ اسلم جبراچوری نے یمن میں لکھا تھا جب وہ ہنوز حدیث اور فقہ کو بھی دین سمجھتے تھے۔ یمن میں پہلے رسالتِ عارف، عالم گزد میں حلقہ میں شائع ہوا اور اس کے بعد انگ راسالکی شکل میں۔ جو نکتہ تمہیرستے کی وراثت کا سند ایک علی ابہیت رکھتا ہے اس لئے ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ اس مصنون کو دخواں وقت نایاب ہو ہبا تھا، شائع کر دیں تاکہ اس سند کے نام گوئے نکھر کر سائنس آجائیں۔ طروع اسلام)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الامين وعلى جميع المسلمين الى يوم الدين. اما بعد
الاسلامی فقه قرائض میں ایک سند محبوب الارث کا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جو بیٹا بپ کی زندگی میں اپنے بچوں کو جھوڑ کر مرحوما ہے اس کی تیم اولاد اپنے وادا کے مرتبے پر شرطیکہ اس نے کوئی اور بیٹا بھی جھوڑا ہوا اس کے ترکہ میں سے حصہ نہیں پائی۔ مثلاً اگر مرورث نے بر وقت وفات ایک بیٹا اور ایک تیم پوتا چھوڑا تو اس صورت میں مارے ترکہ کا مرورث بیٹا ہو گا۔ اور پوتا محبوب الارث یعنی وراثت سے فرم قرار دیا جائے گا۔ صورت ہے کہ

مثال	نہ	سند
بیٹا	بیٹا	
بیٹی		مالہ
بیٹا		
محبوب		

یہ جب صرف اسی صورت میں محدود نہیں ہے بلکہ عصبات میں عام ہے۔ مثلاً ایک بھائی کی موجودگی میں دوسرے مردہ بھائی کی اولاد یا بھی کے ہوتے ہوئے چیز ازاد بھائی ہیں وغیرہ سب اسی قاعدے سے محبوب ہیں۔

اس سند کو فتنے اگرچہ ایک مقرر اور طی شدہ قانون ناکاف فنکی کتابوں میں لکھ دیا ہے۔ لیکن پھر بھی دیکھا جاتا ہے کہ عام طور پر مسلمان اس سے بیزاری ظاہر کرنے ہیں۔ خاص مرجب دوسرے اہل مذاہب اعتراض کرتے ہیں اور قانون اسلام کو نہیں کے خاندان سے خارج کرنے کا الزام دیتے ہیں تو ان کو شرمندو ہونا پڑتا ہے اور کوئی معقول جواب نہیں دیکھتے۔

حال میں دو ایک قانون پیشہ اصحاب محبوب ہوتے کی رکالت کئے انتہے۔ بعضوں نے اس کی طبیعت میں اخراجوں میں معاشرین بھی لکھے، قانون ساز مجلس میں بھی خرید کی لیکن قدرامت پرست جماعت کے مقابلہ میں بہت جلد نفل کی طرح جس نے مجنوں کو بیانے کیے

بیان کے قبیلہ پر چڑھائی کی تھی ناکام میدان سے ہٹ گئے اور دیچارہ پوتا کہتا رہ گیا۔

ہم دل میں خوش کہ سبزہ تربت ہرا ہوا وہ اس ادائے روئے کہ ملکیں بھی نہیں

میرے دل میں ابتداء ہی سے جب سے میں نے فنِ ولادت کی تعلیم پائی یہ مسئلہ برابر کھلتا تھا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ میرے ایک چھوپی زندگی حافظ عبدالا علی مرحوم جن کوچین ہی سے میرے ماں باپ نے تربیت اور تعلیم میں میرا ہزاد بنا رکھا تھا اسی مسئلہ کا شکار تھے شیخ فواری ہی کے ننانے میں ان کے والدین انتقال کر گئے تھے لیکن وہ لا اثر نہ مرتے اور ان کے اور یہی تھے بعد میں اگرچہ ان کے نیک دل دادا نے ان کی ولادت کیلئے باقاعدہ وصیت نامہ لکھ دیا لیکن براہ مرحوم کی جبال مرگی نے ان سب جھگڑوں کا خاتمہ کر دیا۔

میری تو جاسی زندگی سے اس مسئلہ کی طرف لگی رہی اور متعدد دلائل سے میری سمجھی میں یہ بات آگئی کہ یہ مسئلہ مفروضہ منشائے اسلام کے خلاف ہے۔ لیکن یہ سوچ کر کہ ممکن ہے میری ہم نے غلطی کی ہو ایک عرصہ دراز تک ہندوستان کے مختلف اہل علم سے جو اس فن سے آشنا تھے اس مسئلہ کے متعلق خطوٹ کا بت کر تارہ جوں گیا اس سے زبانی لختگوکی پہنچ لگی میرے دلائل کے جوابات سے قطعاً فاصلہ رہے جس سے صاف روشن ہو گیا کہ یہ مسئلہ فقه کی ایک ناقابل تبول غلطی ہے جس کی تقلید کی طرح روا ہیں۔

اس بنیاد پر ہمیں یہ اس بحث کو تلقینہ کیا اور رسالہ المعرفت عظیم گذہ کے جولانی اور اگست کے دو نمبروں میں شائع کر دیا۔ صحیح الخیال علماء اور قانون پیش اصحاب نے عن کورات دن معاملات سے فاسطہ پڑتا ہے، میرے ساتھ موافقت کی اور صرف وہ لوگ جو فقیہائے سابقین کے مقلد میں اس کی مخالفت پڑا مادہ ہوئے اور ان کو ہونا بھی چاہئے تھا۔ یعنی وہ ان کے دفاتر میں کسی غلطی کے قائل نہیں کہ اس کی تحقیق کریں اور جو قائل ہیں ہم تو اس زبانی میں اس کی اصلاح نا ممکن سمجھتے ہیں۔

محبوب الارث کا مسئلہ کوئی فرضی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اکثر مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ میرے پاس چونکہ فرانس کے سوالات بہت آتے ہیں اس وجہ سے اس مسئلہ سے بھی کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے۔

بعض دفعہ تو ایسی حد دنیا ک صورت پیش آگئی ہے کہ باپ کے سامنے وہی بیٹا اپنا کوئی سعوم بچہ چھوڑ کر مر گیا ہے جو اس کے بیٹوں میں سب سے زیادہ نالائق اور خذلگزار تھا۔ جس نے باپ کی خوب خدمت کی اور اپنی کمائی سے اس کو غنی کر دیا اور دوسرا بیٹا جو موجود ہے وہ نہایت نالائق اور ناکارہ ہے۔ پھر دادا کے مسئلے کے عدوہ نہیں بچہ جو اپنے باپ کے قتل عاطفت سے پہلے ہی محروم ہو چکا تھا اب اس کی پیدا کی ہوئی دعوت سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور سارا امر کہ دی ناکارہ اور آوارہ بیٹا لے لیتا ہے۔

میرے ایک دوست جو علی گڑھ میں نامور کیلیں ہیں ان کے بیان ایک عورت چھوٹے جھوٹے چار بچوں کو نہایت خستہ اور تباہ حالت میں لے ہوئے آئی اور بعد وکلا بی بی دو بھری کہانی سنائی کہ سال گذشتہ طاعون میں میرا شوہر مر گیا، اب حال میں ان بچوں کا دادا بھی گندگیا۔ ان کا ایک چھاہی ہے جو نہایت نالائق اور آوارہ ہے اس نے مجھے بچوں سمت گھر سے نکال دیا، میرے کہہ اس قابل نہیں ہے کہ ان کو لیکر وہاں گزر کر سکوں، آپ کیلیں اس کے واسطے میری کچھ مدد فرمیتے تھے اور بچوں کے دادا کی جائیداد میں سے جو بہت بڑی ہے عدالت سے چارہ جوئی کر کے کچھ ان کو دلائیے۔

وکیل صاحب کو وقت توبت آئی لیکن پھر اس کے کیا جواب دے سکتے تھے کہ افسوس ہے کہ نہارے بچوں کو اسلامی قانون نہ رشت کی وجہ سے کچھ نہیں مل سکتا اس لئے عدالت میں دعویٰ کرنا غصوں ہے۔

آخر وہ بیماری با جسم تران یم مردہ معصوموں کی لکڑ والیں جلی گئی۔

جب اس قسم کی بیش آئے والی کوئی صورت نظر پڑتی ہے تو لوگ یہ کوشش کرتے ہیں کہ دادا بیپی زندگی میں محبوب والا داد کو کچھ دیرے کیز کنکری چوڑاویں سے امید کرم ہوتی ہے اور جو کہ فطرت نے اولاد پر شفقت کرنے کا مادہ انسان میں رکھا ہے، اس لئے اکثر حالتوں میں دادا بھی ہو جاتے ہیں اور ان تینوں کا تبریغ اعاوا حساناً اپنے مال میں سے کچھ حصہ دیریتے ہیں۔

لیکن بعض سخت دل ایسے بھی ہوتے ہیں جو صاف صاف کہتی ہے میں کہ صاحب جب ان کو اشتہر نے ہیں دیا تو ہم دینے والے کوئی اس وقت حصول ہوتا ہے کہ نہارے قانون دراثت کے مکمل ہونے کا دعویٰ جو کیا جاتا ہے وہ کہاں تک بجلہ کے کایک بسیں و تیسم بچے اپنے بزرگوں کی زندگی ہو کی کمائی سے محروم ہو رہا ہے اور کوئی تدبیر نہیں پڑتی۔

اس لئے کہ ایک طرف تو قانون دراثت اس کو محبوب الارث قرار دیتا ہے اور دوسری طرف خفہ دادا کے اوپر اس کے لئے کوئی صیت بھی فرض نہیں کرتی۔

اس صورت کو پیش نظر کھکھ لیجی سرچا چاہئے کہ یہ قانون اس شفقت کے کمائیک طبق ہے جو اسلام مسلمانوں میں پیدا کری چاہتا ہے اسلام تو سراسر رحم و تہرانی ہے، نہارے ہاری بحق صلی اللہ علیہ وسلم دینا والوں کیلئے رحمت اور باخصومین تینوں اور بیکوں کیلئے شفیق والدین سے بڑھ کر تھے، آپ دنیا میں خود تیسم پیدا ہوئے تھے اور ابتداء ہی سے تینوں سے استقدام محبت اور الغفت رکھتے تھے کہ جب کہ معظوم کی گئیں سے گزرتے تھے تو تیسم پچھے اپنی دولت کچھ کر دعڑ دوڑ کے قدموں سے پٹ جاتے تھے۔
خانہ بھائی آپ کے چوچائے آپ کی مرح میں جو اشعار کہتے تھے ان میں سے ایک شعر یہ تھا،

دابیض میتسقی الغمام بوجھہ شمال الیتامی عصمه للامر امل

ترجمہ: نورانی چہرہ والاحس کی برکت سے باران طلب کی جانی ہے، تینوں کا سرپرست اور براوڈ کام گہبان۔

تقریباً اسی صورت کو مولانا حائل مر جوم نے اس بنی میں باندھا ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا	مرادیں عشر بیوں کی ہر لانے والا
مصیبت میں غیر وہ کی کام آنے والا	وہ اپنے پڑائے کاغم کھاتے والا
فقروں کا ملجا، تینوں کا ماڈی	ضعیفوں کا ہاماں، غریبوں کا مولیٰ

کسی دوسرے ملک میں شاید یہ قانون اس قدر مضطرب رہا کہ مددوستان میں ہے اسلئے کہیاں مسلمانوں میں بھی ایک قسم کے خاندان مشترکہ کا رواج ہے یعنی بیٹھتا پشت نک لوگ ایک ساتھ رہ کر زندگیاں گزارنے ہیں اور بیٹھ کی جو کچھ کمائی ہوئی ہے

سلہ بعض مولوی، اس کو شش کی بھی مخالفت کرنے ہوئے دیکھے جئے ہیں، کیونکہ ان کے خال میں اس سے حقوقوں کا حق ناکل ہوتا ہے۔

وہ جب تک باب زندہ رہتا ہے، اسی کی ملکیت ہیں مضمونی ہوتی جاتی ہے۔

اب اگر اتفاق سے کوئی بیٹا باب کی زندگی میں اپنا بچہ چھوڑ کر رہا تھا ہے تو چونکہ اس کی کوئی جدید ملکیت قائم نہیں ہوتی اس لئے اس کا کچھ ترکہ ہی نہیں قرار پاتا اور سارا مال و مال بچہ کے دادا کے نسبت نصیحت میں رہتا ہے، پھر جب دادا متین ہے تو دوسرے حصہ دار بھی میں آکر شامل ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ تمیر پر محظوظ قرار پاتا ہے اور خود اس کے باب کے گھانے خون کی کمی دوسروں کے لامعہ میں حلی جاتی ہے۔

اب ہم اس مسئلہ پر تفصیلی بحث شروع کرنے میں جس سے اس کی پوری حالت ملکیت ہو جائے گی اور معلوم ہو جائے گا کہ آیا یا نہ ملکیت میں حقیقت میں محظوظ ہے بھی یا نہیں۔ ہم چنان نکل غور کرنے ہیں قرآن اور حدیث تو خیر خود فقر بھی اصولاً ان کو محظوظ نہیں کرتی ہے۔ فقیہ اسے جب حرماں کو صرف دو اصول پر بنی قرار دیتا ہے۔

(۱) جو شخص مورث کے ساتھ کسی دوسرے شخص کے واسطے رشتہ رکھتا ہے وہ اس وقت نکل وراشت نہیں پاسکتا جب تک کہ وہ دریافتی شخص موجود ہے۔

ر۲) الاقرب فالاقرب۔ یعنی قریب کا رشتہ دار دور کے رشتہ دار کو محروم کرتا ہے۔ اصل الفاظ اسراجمی کے یہ ہیں:-

دھر (تحب المحرمان) مبنی علی اصولین احدھماں مکن من بدیل الی الملکیت بشخص لا برث مع وجود
ذلک الشخص والشافی الاقرب فالاقرب۔

جب حرماں دو اصول پر بنی ہے، پہلا پر کہ جو شخص میت سے کسی کے واسطے سے قرابت رکھتا ہے تو اس واسطہ کی موجودگی میں
وارث نہیں ہوگا اور دوسرا الاقرب فالاقرب ہے۔

پہلا قاعدہ جس کو مختصر لفظوں میں لوں کہہ سکتے ہیں۔ واسطہ کی موجودگی میں ذی راستہ وارث نہیں ہوتا۔ یعنی پوتے کو کسی طرح محروم نہیں کرتا، اسلئے کہ لوٹے کو دادا کے ساتھ جو رشتہ ہے وہ بواسطہ اپنے بابکے ہے۔ اور جب باب جو واسطہ تھا موجود ہی نہیں ہے تو پھر وہ کیوں محروم ہونے لگتا۔

دوسری قاعدہ الاقرب فالاقرب ہے اسی میں غلط فہمی واقع ہوئی ہے اس کے ظاہری معنی خال کر کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ بیٹا جو قریب رشتہ دار ہے ایسیم پوتے کو جو اس سے دوڑ کر رشتہ دار ہے محظوظ کر دے گا۔

درستی ہی اور صرف یہی ایک قاعدہ ہے جس کی بنیاد پر یہیم اولاد محظوظ قرار دی جاتی ہے۔ لہذا ہم اپنی بحث کا مرکز بھی اسی قاعدہ کو قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ قاعدہ الاقرب فالاقرب بہت سے ظاہری معنوں میں رکھا جائے لیجنی یہ کہ مختلف درجہ کے لحاظ سے جو قریب ہو وہ بعید کو محروم کر دے تو وراشت کے بہت سے مسلم اور اجتماعی مسائل ٹوٹ جائیں گے۔

مثال نمبر	دارا	بیٹا	مسئلہ	زینہ
۱	D	B		

اس مثال میں بیٹے کی موجودگی میں دادا کو حصہ ملا ہے، حالانکہ بیٹا امیت سے بہبعت دادا کے اقرب ہے، کیونکہ بیٹا بلا واسطہ اس سے رشتہ رکھتا ہے اور دادا بوساطہ باپ کے اس کا رشتہ دار ہے۔

مثال نمبر ۲	باپ	بیٹا	زید	مسئلہ ۴
	پڑنا	پڑنا	پڑنا	

یہاں بیٹے اور باپ کے ہوتے ہوئے پڑنا میں حصہ لے گئی جو نہایت دور کی رشتہ دار ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ علیہ السلام کو اسی پر تعجب تھا کہ بھتیجی بھتیجی کا وارث ہوتا ہے اور بھتیجی بھتیجی کی وارث نہیں ہوتی، لیکن اگر موجودہ نعمان کے سامنے ہوتی قوان کو درجی حیرت ہوتی کہ نامی بلکہ پڑنا میں تک تو نواسے کے ترکہ میں سے حصہ پاتی ہے اور نواسا ان میں سے کسی کا بھی ترکہ نہیں ہے پائیا، دادا محظوظ الارث پوتے کا وارث ہوتا ہے اور محظوظ الارث پوتا دادا کا وارث نہیں ہوتا۔

مثال نمبر ۳	مشیر	ماں	دواخانی بھائی	دوعلائی بھائی	زینب	مسئلہ ۵
	مودع	مردم	دھرم	دھرم	دھرم	

اس مثال میں کسی قاعدہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

جب حبان کا پہلا قاعدہ یہ چاہتا تھا کہ دونوں مادری بھائی حبان کے واسطے رشتہ رکھتے ہیں اس کی موجودگی میں محروم ہوں لیکن نہیں ہوتے۔

دوسرा قاعدہ بھی یہی چاہتا تھا کہ ماں جو قریبی رشتہ دار ہے، مادری بھائیوں کو محروم کرے لیکن نہیں کر سکی۔ حقیقی اور علاقی بھائی حقوق قرابت کے لحاظ سے اقویٰ اور قریب تھے وہ بھی اخیاءیوں کو نہیں محروم کر سکے بلکہ ان کی وجہ سے اُن لئے خود محروم ہو کر رکھنے لگے۔

یہاں ہم مذکوریوں کے جو حصہ میں نہیں آتی **اللَّهُ رَحْمَنَ كَلَّا خَيْرَ فِي قِصْمَتِهِ وَمَنْ يَنْكِرْ** دنیا میں کون شخص ہے جو کہہ سکتا ہے کہ حقیقی بھائیوں کو محروم کر کے اخیاءی بھائیوں کو حصہ دیں یا جزویاً، تراپنے کنہ کے بھی نہیں ہوتے کسی مسقول اصولی و راست پر ہی نہیں ہے۔

لہ چنانچہ کنز العمال میں ہے کہ وہ بھوپی اور خالہ کو محروم نہیں کرتے تھے۔

لہ تعجب پر تعجب یہ ہے کہ ماں جو کمزور وارث ہے، وہ توانی کو محروم کر دیتی ہے اور باپ جو قریبی وارث ہے نامی کو نہیں محروم کر سکتا۔

لہ ہم بھی اس کی یہ کہاں آیت میں وہ کان رجل یورث کلالۃ اور اهل اعوامہ ولما خواخت "ابی بن کعبؑ کی قرابت کے مطابق انہ اداخت کے بعد لامؓ کا اضافہ کر کے تھا نے اخیاءیوں کو نہیں اور وہ میں داضل کر رہا، اس لئے خیفیوں سے جو عصبہ میں ان کا حق مقدم ہو گیا۔

لیکن اس آیت کے جو معنی تواریخی گئے ہیں وہ پوجہ ذیل تھیک نہیں
(۱) ابی بن کعبؑ جن کی قرابت کے مطابق محدثین قرآن سے خارج ہیں ان کے لامؓ قرابت کی رحمات جہاں کہ ہم کو معلوم ہے، یعنی نے کمی ہے جن کی تصنیفات کتب حدیث میں طبقہ ادنیٰ کی ہیں۔
دیاتی حاشیہ صفحہ آمدہ)

یہ سوچنے کی بات ہے کہ جس رشتہ سے اجنبی وارث بنائے گئے ہیں، حقیقوں میں اگر باپ کے رشتہ کا نہ بھی خال کیا جائے تو کم ہے کم وہ رشتہ تو صفر موجود ہے پھر ان کو محروم کرنے کے کیا معنی۔ چنانچہ امام عزیزی کی کتاب المختصر میں ہے کہ اس صورت میں حضرت عمرؓ حقیقوں کو محروم نہیں کرتے تھے۔

خدفہا بعین جگہ و تراہت والوں کو ایک قرابت والے سے اقویٰ قرار دیکر حصہ دلاتے ہیں، لیکن یہاں معاملہ اس کے عکس ہے۔

زید مسئلہ ۱۶

مثال نمبر ۳ مسند دہبیان دوپہنچ پڑوتی سکڑوتی سکڑوتا

اس صورت کو فہرست تشبیب کہتے ہیں۔ اس میں یہاں اقرب ہیں۔ ان کی موجودگی میں نیچے والیوں کو محروم ہونا چاہئے تھا۔ لیکن بخلاف اس کے پڑتی، پڑوتی، سکڑوتی، سکڑوتا جو سب نیچے اور مختلف درجہ کے ہیں آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں قرار دیئے گئے اور سب کو ترکہ میں نے حوصل گیا۔ لیکن ایک بدرجہ تسمیہ پوتا ہی ہے جو اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اس کے بجائے اپنے چھا کا بھائی نہیں قرار دیا جا سکتا۔

لبت شکر ممتاز و احشیت سے بہینوں را۔ منم کر غایت حرمان نہ با آنم نہ با ایتم

ان متعداً و مختلف قسم کی مثالوں سے صرف یہ دھکا مقصود تھا کہ قاعدہ الاقرب فالاقرب اپنے ظاہری معنی میں یعنی یہ کہ مطلقاً درجہ کے مخاطب سے جو قریب ہے وہ بعید کو محروم کردے نہیں لیا جا سکتا اور نہ تمام اعتراضات نہ کرو رہے وارد ہوتے ہیں۔

ان اعتراضات سے بچنے کیلئے یہ جواب دیا گیا کہ یہ قاعدہ یعنی الاقرب فالاقرب صرف عصبات میں ہی ذمہ الفروض میں جاری نہیں ہوتا۔

(بعیہ فاسیہ از صفحہ گذشتہ) (۲۲) یہ قرآن تعالیٰ قرآن کے بالاتفاق تمام امت کے تزکیہ نامقوبل ہوئی، اور کسی نے کام نہیں پڑھا۔ لہذا اس سے استدلال کرنا اس کو ایک سادھی نامقوبل اور مقبول نہیں قرار دیا جائے۔

۳۔ فہرما اور مفسرین "لہ" کی واحد نعمت کی ضمیر کو رجل اور امراء و نون کی طرف راجح کرتے ہیں جن میں سے امراء مون جستی ہے وہ کبھی اس کا مرچح ہوئی نہیں سکتی، اس صورت میں لہما، یا عکل واحد مہما چاہئے تھا۔

۴۔ توریث کلالہ والی آیت میں جو آخر سوہنے میں ہے اسہ اور اخت کے العادۃ یعنی یہی ہیں۔ اب اگر نونوں آئیں اسیں کی توریث کے متین قرار دی جائیں تو نونوں کو ناقص کہنا لازم آکتا ہے یعنی اس آیت میں کامن کا لفظ اور اس میں کا اب وامن یا کا پڑھنا پڑے گا۔ حالانکہ اس کا کوئی ترقیہ نہیں ہے۔

۵۔ الگ اس آیت سے اسہ اور اخت کی توریث مقصود ہی تزکیہ اشرفتانی نے کامن نہیں فرمایا۔ وہ خود کہتا ہے "وَمَا كَانَ تَزْكِيَّةً لَّهُ" تزکیہ کے لفاظ میں سے ہے جس سے غرائب بہت بالاتر ہے۔ آیت کے مکمل ہوئے ہیں یعنی یہ میں: "اگر کوئی مرد کی کلالہ کا وارث بنایا جانے یا کوئی صورت۔ بھائیک اس کلالہ کے کوئی بھائی یا بہن ہر تو اس سرہ بیعت میں سے ہر ایک کو ایک ایک سو سے ٹھیک"۔

"لہ" کی ضمیر کا مرچح کلالہ ہے۔ اور تلکی داعیہ میں ہے۔ میں شبہ کی ضمیر جعل و امراء کی طرف راجح ہے۔ کہ اسہ و اخت کی طرف بورث باب افال سے ہے بحدسے نہیں ہے۔

اس آیت میں سالی اور بین کا حصہ قطعاً نہیں بیان کیا گی بلکہ عدی رشتہ داروں کا ہے بھائی اور بین کا ذکر صرف اسوجہ سے آگاہ ہے کہ یہ دالہ بن نادر اولاد کی طرح عدی رشتہ داروں کو محروم نہیں کرتے بلکہ ان کی موجودگی میں بھی وہ دار شہر کرتے ہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے ہماری کتاب الواثۃ فی الاسلام)

لیکن پھر اس پر بھی اعتراضات پڑتے ہیں کہ اچھا ہاں فرض اگر قاعدہ صرف عصبات میں ہے اور ذوی الفرض بین نہیں ہے تو جدات جزوی الفرض ہیں ان میں قریب بعید کو بیوں محروم کرنی ہے، چنانچہ سراجی ہیں ہے۔

وَالْقُرْبُ مِنْ أَيِّ جَهَةٍ كَانَ تَحْجِبُ الْمَعْدُودَيْ مِنْ أَيِّ جَهَةٍ كَانَتْ
جَهَةُ قَرْبِهِ خَارِجَةً كَمَا كَانَ طَرْفُ كَمَا طَرْفُ كَمَا طَرْفُ كَمَا طَرْفُ كَمَا طَرْفُ

نیز بیان پوتیوں کو اور حقیقی بینیں جب ذوی الفرض ہوتی ہیں تو علاقی بینوں کر کس قاعدہ سے محروم کرنی ہیں؟

ان اعتراضات سے مجبور ہو کر چرفقاہار نے تسلیم کیا کہ الاقرب فالاقرب کا قاعدہ ذوی الفرض میں بھی ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جو رشتہ داروں کی وراشت کا سبب متحد ہے ان میں قریب بعید کو محبوب کرتا ہے یعنی ماں، نانی، پُرُنائی، دادی، پُرُددادی ان سبکے وارث مونے کا سبب ایامت ہے جو سب میں یکاں پاہا جاتا ہے، اس لئے ان میں سے جو قریب ہوگی وہ بعید کو محروم کر دیگی۔ نیز بیان پوتیوں اور پوتیوں میں بھی سبب وراشت متحد ہے یعنی "بنیت" اس وجہ سے بینیوں کی موجودگی میں پوتیاں محروم ہو جائیں گی۔ علی ہذا حقیقی بینیں بھی وجہ اتحاد سبب وراشت اور قریب کے علاقی بینوں کو محبوب کر دیں گی۔

ہماں تک ہے کرفقاہار اس بحث کو ختم کر دیتے ہیں اور گویا یہ قاعدہ دفعہ یعنی الاقرب فالاقرب ان کے جیسا ہیں پنی جگہ پر معمول اور سختکم ہو گیا لیکن ابھی اعتراضات اور بائی ہیں اور بل اون کے جوابات دیئے ہوئے یہ عقدہ مشکل حل نہیں ہو سکتا۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ اتحاد سبب وراشت محض تہاری خالی فوجیہ ہے، اس کو تم تسلیم نہیں کر سکتے اور حقیقت یہ ہے کہ اسی قسم کی بے بنیار توجہات سے اس فن میں خواہیں واقع ہو گئی ہیں۔

دوسرा اعتراض یہ ہے کہ اتحاد سبب وراشت کو جب ترکہ دلانے میں دخل نہیں ہے تو محروم کرنے میں کیسے داخل ہو گی۔ مثال نمبر ۳ میں اخباری بھائیوں میں جو سبب وراشت پانے کا ہے دی جیسیوں میں بھی موجود ہے، پھر بھی حقیقی محروم کے نگئے، وہاں یا فیوں کو ترکہ دیا گیا۔ نیسرا اعتراض یہ ہے کہ اتحاد سبب وراشت کو جمب حرمان میں اگر کوئی دخل ہے تو پھر ذوی الفرض ہی کے ساتھ اس کو کیا خصوصیت ہے، عصبات میں بھی یہ شرط لگانی چاہئے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ بالفرض ہمہ نئے تپ کے اس مشروط قاعدہ کو تسلیم بھی کر لایکہ ذوی الفرض میں الاقرب فالاقرب کا قانون اس وقت جاری ہو گا جب ان میں سبب وراشت متحد ہو گا لیکن مندرجہ مذکور مثالوں میں یہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے۔

زید مسئلہ ۴

مثال نمبر ۱
مشتبہ بینی
مشتبہ بینی
مشتبہ بینی

یہاں میٹی اور پوتی کا سبب وراشت متحد ہے اور وہ دعلوں ذوی الفرض میں سے ہیں۔ پھر بھی میٹی نے جو اقرب ہے پوتی کو محروم نہیں کیا۔

زید مسئلہ ۵

مثال نمبر ۲
مشتبہ بینی
مشتبہ بینی
مشتبہ بینی

اس صورت میں بھی حقیقی اور علاقی ہنروں کی وراثت کا سبب معتقد ہے اور دونوں ذوی الفرض ہیں، جاہے تھا کہ حقیقی علاقی کو بوجا قرب ہونے کے محبوب کرتی۔

علاوہ بڑی عصبات میں جہاں آپ نے قاعدہ الاقرب فالاقرب کو بھاکی قید کے درکھائے دہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اور جدات خار سب وراثت کے بھی قریب بعید کو محبوب ہنسی کرتا۔ مثلاً مسئلہ تشبیب کو بیچے جو مثال نمبر ۴ میں دکھلایا گیا ہے اس میں پوتی، پڑوتوں، سکڑوں تی سبکے وارث ہونے کا سبب معتقد ہے بلکہ چنکہ وہ سب کی سب کردنے کی وجہ سے عصبة بنائی گئی ہے اس وجہ سے ان کے عصبہ ہوتے کا بھی سبب ایک ہی ہے، پھر بھی ان میں قریب نے بعید کو محبوب ہنسی کیا اور سب کو ایک ہی درجہ میں رکھ کر مکیاں حصہ دیا گیا۔ اسی طرح جب عصبه اور ذوی الفرض کا باہم اجتماع ہوتا ہے تو کمیں فقادس قاعدہ کو جاری کرنے ہے اور کمیں نہیں کرتی، بیٹھا عصبه کے ساتھ بولنے صاحب فرض محروم ہو جاتی ہے لیکن باپ عصبه کے ساتھ نافی صاحب فرض محروم نہیں ہوتی۔

الفرض یہ صاف روشن ہو گیا کہ الاقرب فالاقرب کا قاعدہ جس معنی میں فقہاء استعمال کیلئے کسی تاویل سے ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ ہر پہلو سے خود انہیں کے مسلمات سے نوٹ جاتا ہے، لہذا ایسے غیر مسلم قاعدے سے شیم والا دکو محبوب کرنا کبونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ الاقرب فالاقرب کے قاعدے میں اقرب کا ظاہری مفہوم اگر مراد یہ جائے ہے کہ مطلق ادارج کے لحاظ سے جو قریب ہو وہ بعید کو محبوب کر دے تو یہ قاعدہ ایک قدم بھی نہیں ہلکا سکتا، میاں اقرب سے بھرا اس کے کچھ مراد نہیں لیا جاسکتا کہ اقرب وہ مرشدہ نہ رہے جو بلا واسطہ مرشد سے رشتہ رکھتا ہو وہ با واسطہ لیکن بروقت وفات مرشد کے وہ واسطہ موجود نہ ہو۔

جس طرح کہ میت کے وقت اگر اس کا باپ موجود نہیں ہے تو وادا بجائے باپ کے رکھا جائے، اس لئے کہیج میں جو واسطہ تھا یعنی باپ جس کی وجہ سے وادا محبوب ہو جلتا تھا وہ نہیں ہے، لہذا دارا اس واسطہ کی عدم موجودگی سے خود اقرب ہو گیا اور اب کوئی اقرب خواہ وہ بیٹا ہی کیوں نہ ہو دادا کو محبوب نہیں کر سکتا۔

اسی طرح مرشد کی وفات کے وقت اگر اس کا کوئی شیم ہوتا ہے تو وہ اپنے متوفی باپ کی جگہ رکھا جائے گا اور وہی حصے کا جو اس کے باپ کا تھا، مرشد کا جو بیٹا موجود ہے وہ اس کو محبوب نہیں کر سکتا۔ اصلیت کہ واسطہ کی عدم موجودگی سے وہ خود اقرب ہو گیا۔ تجھ سے ہے کہ دادا کے معاملہ میں توفیقاً اقرب کا یہی مفہوم یعنی میں لیکن پوتے کے معاملے میں نہیں۔ پوتے کی بدضیبی کے سوا اور اس کی کوئی وجہ ہماری سمجھیں نہیں آتی۔

من ازیں طالع شو، بر جسم دردہ۔ بہرہ منداز سر کویت دگرے نیست کہ نیست

حقیقت یہ ہے کہ وراثت کا سارا داروں مدار فائم مقامی پر ہے لہذا جس بچہ کا باپ مر گیا ہے وہ وراثت میں اس کا قائم مقام سمجھا جائے گا۔ فقہاء اس سلسلہ میں اسی اصل نکتہ یعنی قائم مقامی کا لحاظ نہیں رکھا جس کی وجہ سے ایسی عظیم اشان غلط فہمی میں جتنا ہو گے کہ شیم بچوں کو محبوب کرنے لگے۔ یا امر غور کے قابل ہے کہ جس بیٹے کی موجودگی کی وجہ سے شیم پوتے کو فقہاً محبوب قرار دیتے ہیں وہ بیٹا صرف ایک ہی طرف سے کیوں حاجب ہوتا ہے یعنی صرف پوتے ہی کو دادا کے ترکے سے کیوں محبوب کرتا ہے، دادا کو اس پوتے کے ترکے سے کیوں نہیں محبوب کرتا

بلکہ را دا کی وجہ سے الا خدی محروم ہو جاتا ہے اس سے صاف نہیں ہو جاتا ہے کہ قائم مقامی کے اصول پر کسی طرح پرستے کا حاجب نہیں ہو سکتا۔

حامل یہ کہ اقرب کا سولتے اس کے جو ہم تے اور پر لکھا ہے اور کوئی مفہوم ہبھی نہیں سکتا۔ بھی معنی یعنی سے الاقرب فالاقرب کا فاعل جو قسم دراثت میں اصل الاصول اور نیادی قانون ہے اپنی جگہ پر تمیک بیٹھ جاتا ہے۔

محبوب پونے کو وارث بنانے پر ظاہری جو شہرات ہو سکتے ہیں ہم ان کو خوبی کو حکر ان کے جوابات بھی دیتے ہیں تاکہ اس سلسلکی اچھی طرح تو ضعف ہو جائے۔

شبہ اول: محبوب پونے کو قرآن کریم کی رو سے کہے ترکہ دیا جاسکتے اس میں تو ہمیں پونے کا ذکر نہیں، صرف اولاد کا الفاظ ہے جس کے معنی بیٹا بھی کے ہیں۔

جواب: اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ غیر محبوب پتوں کو فہما بھی تو زکہ دلاتے ہیں پس جو ایت ان کی وراثت کی دلیل فراری جائیگی وہی ہماری بھی دلیل ہوگی۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ اولاد کا الفاظ جو قرآن میں ہے اس کے معنی صرف بیٹا بھی کے نہیں ہیں بلکہ نیچے تک تمام اولاد اس میں داخل ہے تفسیر غازنی میں آیت "ولهُنَ الرِّبِيعُ مَا تَرَكْتُمْ" کے ذیل میں لکھا ہے:-

اَسْمَ الْوَلَدِ يَطْلُنُ عَلَى الدَّنَرِ وَالاَنْثى وَلَا وَقِيْدَ بَيْنَ الْوَلَدِ وَالْوَلَدِ اَلَابِنُ وَوَلَدُ الْبَنْتِ فِي ذَلِكِ
وَلَدُ كَالْفَظِ نَذْكُرُ وَمَرْتَبَتُ دَوْلَتُ كَيْلَهُ بِلَاجَانَهُ اَوْ اَسَهُ اَنْظَادُ اَوْ بَيْلَهُ كَيْ اَوْلَادُ اَوْ بَيْلَهُ كَيْ اَوْلَادِ مِنْ كَيْ فَرْقٌ نَهْيَنَ.

فتح الباری شریع صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۰ مطبوعہ مصری ہے:-

الْوَلَدُ اَعْمَمُ مِنَ الذَّكَرِ وَالاَنْثى وَيَطْلُنُ عَلَى الْوَلَدِ الصَّلْبُ وَعَلَى وَلَدِ الْوَلَدِ وَانْ سَفْلَهُ۔

وَلَدُ كَالْفَظِ نَذْكُرُ وَمَرْتَبَتُ دَوْلَتُ كَيْلَهُ بِلَاجَانَهُ اَوْ اَسَهُ اَنْظَادُ اَوْ بَيْلَهُ كَيْ اَوْلَادُ كَيْ اَوْلَادِ بَرِهِ بِلَاجَانَهُ اَهَمَّ۔

فہما بھی اس کے ساتھ متفق ہیں اور ولد میں ولد الابن کو داخل سمجھتے ہیں۔ شریفیہ شرح سراجی صفحہ ۲۶ مطبوعہ مطبعہ یونی لکھنؤ میں ہے۔

وَلَدُهُ اَلَابِنُ دَاخِلُ فِي الْوَلَدِ لَغُوَلَهُ تَعَالَى يَا اَنْجَنِي اَدَمَ

اوْلَادِ مِنْ بَيْلَهُ کَيْ اوْلَادُ بَھِي دَاخِلُ ہے کیونکہ ہم کو اشرعاً تینے بنی آدم کہا ہے۔

آیت توریث میں جہاں جہاں بھی ولد کا الفاظ آیا ہر چلگہ بالاتفاق فہمانے نیچے تک تمام اولاد نوادہ کو اس میں داخل سمجھا ہے۔ مثلاً فاکن کان لہن دلد فلکم الربع مما ترکن

اَرَانَ كَيْ رَتْهَارِي بِلَوْلُونَ كَيْ كُونَيْ اَوْلَادُ بِلَوْلَانَ کَيْ تَرَكَيْسَ سَهْ نَمَمُ كَوْچَخَانِي بَلَیْگَا۔

فہما بھی سے ایک نے بھی یہیں کہیے کہ بیویاں جب بعلی بیٹا بیٹی چھوڑ کر مرنی اسی وقت شوہروں کو جو تھاںی ملے گا بلکہ سب کااتفاق ہر کہوہ پوتا، بوتی، پڑوتا، پڑوتی کسی کو بھی اگر چھوڑیں تو شوہر کو جو تھاںی ملے گا۔

اولاد تو پھر بھی ایک عام لفظ ہے، ابن و بنت کے الفاظ جو عربی زبان میں خاص بیانی میں کے لئے وضع کئے گئے ہیں، وہ بھی قرآن میں کئی جگہ و سبع معنوں میں مستعمل ہوئے ہیں، اور سب تک کی تمام اولاد کو شامل ہیں، جا بجا انش تعالیٰ نے ہم کو یا بھی آدم، کہکر خطاب کیا ہے، بیسوں نسلیں حضرت یعقوب کی گزرگی تھیں لیکن ان کی اولاد قرآن میں یا بھی اسرائیل کہہ کر پکاری گئی۔

دو کیوں جائیے خود آیت و ماشت ہی کے ایک رکوع کے بعد ہے، حرمت علیکم را ہما تکم و بنا تکم، یہاں بنا تکم کے لفظ کو تمام فقہاء بیشون، پوتیوں، پتوں، پتوں کے نواسیوں پر صحیح شامل تسلیم کیا ہے، اس نے آیت و ماشت میں جو اولاد کا لفظ ہے اس میں یقیناً پوتا دا حل ہے اور کسی طرح خارج نہیں ہو سکتا۔

اور یہ مجاز آشیں ہے بلکہ حقیقت ہے، جیسا کہ علامہ ابو بکر بن العربي نے اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھا ہے، کیونکہ ولد کا لفظ اولاد سے مشتمل ہے، اس نے اولاد کی اولاد بھی حصہ اولاد ہے جس طرح کہ جزا جز بھی یقیناً جزو ہے۔

شبہ دوم، جب محبوب پوتے کو دراثت دلائی جاتی ہے تو پھر سب پوتے پر بر میں ہر ایک کارثہ داد کے ساتھ یکاں ہے، لہذا صرف وہی پوتا کیوں داد کا ترک کپائے جس کا باپ داد سے پہلے مر گیا ہے، وہ پوتے بھی کیوں مدارث ہوں جن کے باپ موجود ہیں۔

جواب، جن پتوں کے باپ موجود ہیں، اصل میں محبوب دی پوتے ہیں، کیونکہ ان کے باپ خودان کے اوان کے داد کے درمیان حاجب ہیں، مذہب دادا کا ترک کرنے کو پہنچنے دیتے ہیں اور نہ پوتے کا ترکہ دادا کو بلکہ دعویں طرف سے یعنی میں خودی وارث بن جاتے ہیں اس لئے وہ پوتے جن کے باپ موجود ہیں دادا کے مرے پر اقرب نہیں ہو سکتے، بخلاف اس پوتے کے جس کا باپ مر گیا ہے کیونکہ واسطہ کی عدم خودگی کی وجہ سے وہ دادا کا اقرب ہو جائے گا اس لئے وارث ہو گا۔

بعینہ اس کی مثال ایسی ہے جس طرح کوئی شخصی نافی، داری، اور باپ کو چھوڑ کر مر جائے، ظاہر ہے کہ داری کو میت کے ساتھ جو رشتہ ہے وہ کسی طرح نافی کے رشتہ سے کم نہیں ہے، لیکن بوجاس کے کہاں درمیان میں حاجب موجود ہے دادی محبوب ہو جاتی ہے اور نافی حصہ پا جاتی ہے کیونکہ نافی اور مورث کے درمیان کوئی حاجب موجود نہیں ہے۔

شبہ سوم، مثلاً اور پوتا دونوں عصبه میں اور عصبات میں یہ فائدہ ہے کہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ بیٹا ہے وہ "اولی رجل ذکر" یعنی قریب ترین مرد نکو دیا جاتا ہے اس لئے بیٹے کے ہوتے ہوئے اس قانون کی رو سے تمیم پوتے کو کچھ نہیں ملتے گا۔

جواب، اگر عصبات میں "اولی رجل ذکر" کو آپ بطور قانون کی کے قرار دیتے ہیں تو خدا کیوں اس کو جا بجا توڑتے ہیں، مثلاً

مسنون	دو بیان	ہجتیاں	ہجتیاں
	۱	ہجتیاں	ہجتیاں
اس مثال میں بیان ذوی الفروض ہیں، ان کو دو ثابت دینے کے بعد جو کچھ بچا تھا وہ اس قاعدہ کی رو سے بھتیجے کو جو اقرب ترین مرد رہے ملنا چاہئے تھا، لیکن وہ تو محروم کر دیا گیا، اور ہم جو زین ما رہے ہے یقینی کی وارث ہو گئی۔	۲	ہجتیاں	ہجتیاں

لہ یہ شبہ علمائے اہل حدیث کی طرف سے کیا گیا ہے۔

علی ہذا مسئلہ تثیب یعنی مثال نمبر ۷ کو دیکھئے اس میں مرد ناہر زن مادہ سب کو ایک ساتھ دارث بنایا گیا ہے کیا قانون کی لیے ہی ہوا کرتے ہیں جو قدم قدم پر نوٹ جایا کریں؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث، الحفوا الفراعن بآهلہ انصابی فری لا ولی رجل ذکر "ذو الفروض" کو ان کے حکم دیکر بقیہ قریب ترین مرد کو دیکھو کی خاص مسئلہ کے متعلق فرمائی گئی ہے۔ مثلاً یہ صورت فرض کیجئے کہ کوئی شخص ماں، بیٹی، باپ، چچا اور جانی کو چھپڑ کر مر گیا اس کے بارہ میں یہ فرماتا بال محل صحیح ہے کہ ذو الفروض کے حقوق دیکر جو کچھ بچے قریب ترین مرد کو دیکھو لیکن اس کو ایک عام اصول قرار دے لینا صریحاً قرآن کے منافی ہے۔

مثال نمبر ۷ مسئلہ زید مسئلہ ۶

ماں	بیٹی	بیٹی	ماں	مثال نمبر ۷
۱۰	۵	۵	۱۰	۱۵

یہاں ماں کو ایک مدرس دینے کے بعد آپ کے اس قانون کی کے مطابق بقیہ پانچ مدرس بیٹے کو ملنا چاہئے لیکن قرآن مجید اس کے برخلاف اس صورت میں بیٹا اور بیٹی دونوں کو وارث بناتا ہے اور بیٹے کا صفت بیٹی کو دلاتا ہے۔

مسئلہ زید مسئلہ ۶ مسئلہ ۱۵

ماں	بیٹی	بیٹی	بیٹی	ماں
۱۰	۵	۵	۱۰	۱۵

اس صورت میں ماں اور بیٹی جزو ذو الفروض ہیں ان کا حصہ دینے کے بعد بقیہ بھائی کو ملنا چاہئے تھا کیونکہ وہ اولیٰ رجل ذکر ہے، لیکن قرآن کریم بھائی اور بیٹی دونوں میں للذکر مثل حظ الاشیاء کے مطابق ترک تقسیم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اب سوچئے کہ یہ حدیث جس کی صحت پر تمام اہل سنت متفق ہیں قانون کی قرار دینے سے ان کے خلاف پڑتی ہے اور علطاً ہوئی ہاتی ہے اس لئے یقیناً یہ کسی خاص مسئلہ کے متعلق ہو سکتی ہے۔

یہاں ایک امر اور غیر کے قابل ہے کہ آپ جہاں اس کو قانون کی قرار دینے ہیں کہ بقیہ "اولیٰ رجل ذکر" کو ملنا چاہئے۔ وہاں اس حدیث کو بھی قانون کی ہی سمجھتے ہیں کہ "اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة" ہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبة بنادو۔

اس مثال نمبر ۷ میں بتائیے تو ہی کہ آپ نے اپنے ان دنوں کی توانی میں سے کس پر عمل کیا ہے؟ حضرت عبدالرشد بن عباسؓ اور عبد العزیز بن شیراز بات کے قابل نہیں تھے کہ بیٹیوں کے ساتھ ہنوں کو بھی حصہ مکتاہے۔ یا انکہ کہ حضرت عبدالرشد بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ جلوگ اولاد کے ساتھ ہنوں کو وارث بناتے ہیں وہ آئیں ہمہ ان کے ساتھ بمالہ کیلئے تیار ہیں کہ جھوٹ پر اسکی لعنت ہو۔

شنبہ چہارم: صحیح بخاری کتاب الفراعن میں ہے۔ ولا يرث ولد اکابر مم اکابر۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتا و راثت نہیں پاتا۔

جواب: اس جملے کے معنی تو یہ ہوئے کہ بیٹے کی اولاد خدا سبیٹے کی موجودگی میں وراثت نہیں پاتی؛ اسلئے کہ اس جملے میں

دونوں جگہ لفظ ابن پرالع لام تعریف کا ہے اور اصول نقہ میں یہ قاعدہ تعریف ہے کہ اسی صورت میں دونوں سے مراد ایک ہی ذات ہوتی ہے، چنانچہ نور الالوار میں ہے:-

المعرفة اذا اعيت كانت الاولي عين الناتية

معزفه جب دوبارہ لایا جائے گا تو پہلا بعینہ دوسرا ہو گا۔

چنانچہ اسی بناء پر اس میں لکھا ہے کہ اس آیت میں

فَإِنْ مَعَ الْحُسْنِ يُسْرًا إِنْ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

یقیناً دشواری کے ساتھ آسانی ہے یقیناً دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

عُسرایک اور سُرید و سُبھے گئے ہیں سند میں شاعر کا یہ شعر پیش کیا ہے:-

اذا اشتدت بلع البُشُونِ فَتَرَقَ الْمُشْرِحُ فَعُرَيْنِ يَسِّرُنِ اذَا فَكَرَتَهُ فَأَفْرَجَ

جب تجوہ پر بلا قید کی شدت ہو تو المشرح کی سورت میں غور کر کر بُلکا یک دشواری روآسانیوں کے دریان ہے یہ سوچ کر خوش ہو جا۔

اصول نقہ کی رو سے اس کے معنی یہ ہوئے کہ بیٹے کی موجودگی میں خود اس کی اولاد مخصوص رہتی ہے یہ نہیں کہ کسی بیٹے کی موجودگی میں وہ حصہ نہ پائے، اس لئے یہ ہمارے مدعا کے مخالف نہیں ہے بلکہ مطابق ہے۔

علاوہ ہبی یہ حدیث بھی نہیں ہے، صرف حضرت زید بن ثابت کا قول ہے اور تفسیر اوحدیت کی کتابوں کے مطابق سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم دراثت کے مسائل میں اکثر رائے رکھتے تھے اول ان میں باہم ایک دوسرے سے اختلاف ہو جاتا تھا، چنانچہ کئی مسلکوں میں حضرت عبدالرشد بن عباسؓ اور حضرت زید بن ثابت میں اختلاف واقع ہوا ہے اولاد رائک نے دوسرے کی رائے کو تسلیم نہیں کیا۔ فتح الباری میں جدر کے متعلق ایک قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن اسی کی دراثت کے مدارے میں اپنے زبانے میں تو فیصلے کے اور سب ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

شبہ چہسم: امام بخاریؓ نے یہی باب باندھا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں بیٹے کی اولاد دراثت نہیں پاتی۔

جواب: بیشک، لیکن جو دلیل وہ اس کے اور پر لائے ہیں وہ ایک تو یہی حضرت زید بن ثابت کا قول ہے جس کے متعلق تفصیل کے ساتھ ہم لکھے چکے ہیں دوسری، اولیٰ حل ذکر والی حدیث ہے جس کے باوجود ہم نے ثابت کرایا ہے کہ وہ صرف کسی جزوی مسئلہ کا حکم ہے، فائزون کیلئے نہیں ہو سکتی۔

شبہ ششم: جب بڑے بڑے علماء فقیہاء امت نے جن کی بندگی اور علیٰ عظمت کو تم خود تسلیم کرتے ہو، اپنی کتابوں میں تصریح کے ساتھ لکھ دیا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں شیئم اولاد محبوب ہوتی ہے تو پھر تم اس مسئلہ کو کیوں تسلیم نہیں کر ستے۔ لہ

جواب: ان تصریحات سے میں بھی وافق ہوں لیکن فقیہی سائل میں ہم کو ہر ایک فقیہ سے خواہ وہ کتنا ہی عظیم و محترم کیوں نہ ہو

سلہ یہ بات میرے جواب میں مدرس دیوبند کے مفتی صاحب نے لکھی ہے۔

اختلاف کرنے کا حق حاصل ہے، اور خاص کراس ملک میں جس کی عدم صحت کے قوی دلائل ہمارے پاس موجود ہوں، ایسے تنازع کی صورت میں فرآن مجید یہ حکم دیتا ہے۔

فَإِنْ شَاءُتُمْ فِي شَيْءٍ فِرَادًا إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنَّكُمْ تَؤْمِنُونَ بِآمَنَّهُ وَالْيَوْمُ الْآخِرُ
تم کسی بات میں آپس میں جھگڑ پڑو تو ائمہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر اشد پر پار قیامت پر بیان رکھتے ہو۔
اس لئے تأقییکہ کتاب اشد کی کسی آیت سے اس مسئلہ کا ثبوت نہ دیا جائے، یا کوئی حدیث صحیح یا بھی ا申しہ علیہ وسلم کے زبانہ کا کوئی فیصلہ پیش نہ کیا جائے اس وقت تک ہم کیونکہ ایسا مسئلہ تسلیم کر لیں جو اسلامی شفقت بلکہ انسانی فطرت کے بھی خلاف معلوم ہوتا ہے، اور جس کے مان یعنی سے دشمن اسلام کے قانون پر اعتراض گرنے کا موقع ملتا ہے۔

علمائے امت بني توہین میں کہ معصوم ہوں چنانچہ خداون میں باہم میٹا را اخلافات میں قطعی جدت صرف کلام انشہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی ہے اور اس۔

قرآن اور حدیث دونوں متنوں بیٹے کی اولاد کو قطعاً محروم نہیں کرتے، فقریں اترپ کا صحیح مفہوم متعین نہیں کیا گیا، جس کی وجہ سے یہ تیجہ برآمد ہو کہ تم اولاد محبوب قرار پائی، حالانکہ خود فہم کے بیان اس کے ظلاف ثالیں موجود ہیں، مثلًا میں کے ساتھ پوتی کو بھی وہ حصہ دلاتے ہیں، نیز پوتی، پڑوتو، سکردنی سب کو ایک درجہ میں رکھ کر برابر ترکہ دیتے ہیں لیکن تم اولاد کے بارے میں آگر کب قلم محب جوان کا فرمان صادر کر دیتے ہیں۔

بَاكِهِ اِيمَانَكُتْهَ تَوَانَ گفتَ كَآَنَ شِيرِ لَبْ كُشتَ مَارَادِمَ سَيِّيْ مَرِيمَ بَا اوْست
تمیم اولاد کو خاندانی حقوق سے خارج کر دینا اور ان کو ہمیشہ کیلئے ان کے آبا اور اجداد کی جائز اراد اور طیکیت سے محروم کر دینا ایک ایسا خلاف فطرت قانون ہے کہ تعجب ہوتا ہے کہ کیونکہ اضافات پر عقل اس کو حائز رکھتے ہیں، کوئی شخص شخصیتے دل سے سوچ کر انہاف سے بکھر کے خدا خواستہ اگر وہ خورا اس کی اولاد اس قانون کی رو سے محبوب ہو تو کیا وہ اس کو پسند کرے گا؟ لہذا ہرچہ برخود نہ پسندی بدیگران پسند فرآن میں ہے۔

وَلِيَعْلَمُ الَّذِينَ لَوْزُوكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرْيَةٌ صَدِعَ أَخْافُوا عَيْنَهُمْ فَلَيَتَقَوَّلُوا قَوْلًا سَدِيدًا
ادمان لوگوں کو خوف کرنا چاہئے جو لوگ اپنے بعد نا توان اولاد محبوب حالت قوان پر ترس کھاتے اسے ان کو چلھئے کہ وہ اشر سے ڈریں اور ٹھیک باتیں پرتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے۔

وَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَ لَكُم مِّنَ النَّسْكَمَا زِوْجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْأَنْوَافِ بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيَّبَاتِ
اَفَبِأَنْ أَطْلِ يُوْمَنْ وَبِنَعْمَةِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ -

او راشد نے تمہیں میں سے نہاری بیویوں کو پیدا کیا اور نہاری بیویوں سے تباہی سے بیٹے اور بیوی سے پیدا کئے اور پاک چیزوں سے تم کو روزی عطا فرمائی۔ کیا پھر بھی لوگ جھوٹے مسوروں پر بیان لاتے ہیں اور راشد کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔

کیانعت الہی کی قدر و حرمت یہ ہے کہ وہ خاندان سے خارج اور اپنے باپ دادا کی کمائی اور محنت کے ثروے محدود کر دی جائے اور در بذریعہ کریں کھاتی پھرے۔

تینیم اولاد کے محوب کرنے میں صرف یہی براہی نہیں ہے کہ وہ اسلامی شفقت اور انسانی فطرت کے خلاف ہے بلکہ معاشرت میں اس سے خرابیاں واقع ہو سکتی ہیں۔

ایک خرابی تو یہ ہے کہ محوب اولاد کے دلوں میں محدودی کی وجہ سے رنجش پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص فرشتہ تو نہیں ہے کہ کہ مادی جذبات سے بالآخر ہو، انسان کی فطرت اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ میرے ہی بندگوں کی کمائی سے جن کا خون ہیری رگوں میں گردش کر رہا ہے، میرے چپازاد بھائی تو عدیش و عشرت کر رہے ہیں اور میں بلا کسی قصور کے اس سے بالکل محروم ہوں تو اس کو صبر نہیں آتا۔

سخن درست بگویم نے تو انہم دید کے خود حریفان و من نظارہ کنم
اس رنجش کی بدولت خاندان میں ایک دائمی عداوت کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے دینی اور دنیاوی برکتیں مفقود ہو جاتی ہیں اور ترقی نہیں ہوتی بلکہ بعض حالتوں میں یہ عداوت خاندان پر تباہی اور بریادی لاتی ہے۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ سب لاائق بیٹوں کو جو باپ کے خدمت گزار میں اور اس کی ملکیت کے انتظام و ترقی میں دن رات محنت اور کوشش کرتے ہیں، یقین ہو جائے گا کہ اگر اتفاقاً وہ اپنے باپ سے پہلے مر گئے تو ان کی اولاد محوب ہو جائے گی۔ تو وہ باپ کی خدمت اور اس کے کاروبار سے ہٹلوئی کرنے لگیں گے اور اپنی کمائی اور کوشش سے اپنی عدالت کا نام ملکیت پیدا کرنے کی نکر میں پڑ جائیں گے کہ اگر احیاناً ایک احادیث پیش آجائے تو ان کی اولاد کے پاس کچھ سرایہ رہے اور وہ بالکل ہی دستِ نگرا اور محتاج نہ رہ جائے، اسلئے کہ یہ امر فطرتی ہے کہ اسان کو اپنے ماں باپ سے زیادہ اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے۔

تو ایسی حالت میں جبکہ بیٹے اس خیال میں پڑ جائیں گے نہ باپ کی جائیدار اور ملکیت کا انتظام درست ہو گا نہ اس میں ترقی ہو سکے گی۔ علاوہ بریں باپ کو اپنے بڑھاپے کے زمانے میں بھی جو توبہ اور عبادت کا وقت ہے لیسے دنیاوی کاروبار سے بکمددشی حاصل نہ ہو سکے گی، اور اولاد سے وہ جائز آسانی سے کوئی جس کی عذر پیری ہیں ان سے توقع کی جاتی ہے اور دنہ اولاد ہی اس کی خدمت کر کے سعادتمندی حاصل کرنے کے قابل ہو گی۔

تیسرا خرابی ایک خال سے سمجھیں آسکتی ہے، فرض کیجئے کہ ایک دولتمد کے دو بیٹے ہیں جن میں سے ایک بیٹے کے چار بیٹے، ایک کا صرف ایک ہی بیٹہ ہے، اب اگر چار بیٹوں کا باپ خود اپنے باپ کی زندگی ہی میں مر جائے تو اس کے جانوں میں ہے محوب الارث کے قانون کی رو سے سمجھ لیں گے کہ جو کچھ خاندانی ملکیت ہے وہ دادا کے مرنے پر چھا کوا اور بھروسے متقل ہو کر چپازاد بھائی کو ملے گی۔ ہم چاروں بھائی تو عدیش کے لئے اس سے محروم ہو گئے، اس نے ان میں سے اگر کوئی محدودی کے خال سے غبظ و غصب میں آ کر اپنے بھائیوں کی خاطر بلا ان کے مشورہ کے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر دادا کی زندگی ہیں چپا کو

کسی حیلہ سے مارڈا لے تو بالکل قرین قیاس ہے۔ کیونکہ آئئے دن مال دعویٰت کے پیچے دنیا میں خوزیریاں ہوتی رہتی ہیں، بہت ہو گا تو یہ ہو گا کہ بشرطی ثبوت قاتل کو سزا مل جائے گی لیکن اس کے بغایہ تین بھائی جب ہیں بالکل محروم ہتھے، اب دادا کے ترکہ ہیں سے تین ٹلت کے حصہ دار ہوں گے اور اپنے چیازا د بھائی سے جو ہیں اپنے باپ کے ذریعہ سے سارے ترکہ کا وارث ہوتا تھا حصہ پائیں گے اس غریب کا باپ بھی مارا گیا اور حصہ بھی صرف ایک چونھائی رو گیا، اور قاتل کے بھائی جو محجوب تھے اس سے تین ٹلت کا ختمدار ہو گئے۔ اس لئے یہ محبوب الارث کا مسئلہ بعض صورتوں میں قتل اور قطع رحم کا بھی محکم ہو سکتا ہے۔

الغرض مسئلہ محبوب الارث میں ظاہری اور باطنی ہر قسم کی خرافی ہے اور یہ انانی فطرت کے خلاف ہے۔ اسی وجہ سے اہل اسلام اس مسئلہ کو اگرچہ مانتے چلتے آتے ہیں لیکن ان کی طبیعتیں اس سے مالوف نہیں ہیں اور عام طور پر ان کے دلوں میں یہ کامنے والی طرح کھٹکتا ہے۔

ہمید ہے کہ فقہاء اسلام ان تمام امور کو پیش نظر کہ کراس مسئلہ پر غور فرمائیں گے اور ہمایت کمزور بدلائیں کی بیان اور تضمیں اولاد کو خاندانی حقوق سے بلا قصور محروم کر کے اسلام کے مقدس دامن پر تضمیں کے خون کے دھجتے نہ دالیں گے۔

ہم سے غلطی ہونی ممکن ہے لیکن اسلام دین الہی ہے وہ ہر قسم کی غلطیوں سے برا اور عپاک ہے۔

گر من آللہ دا ننم چے عجب ہمہ عالم گواہ عصرت اوست

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

سلہ فقہاء ایک درجہ کے ایک قسم کے ورثہ میں ترکہ کو علی الرؤس تضمیم کرتے ہیں، مثلاً زید اگر اپنے چار پوتے چھوڑ کر مر جائے جن میں سے تین ایک بیٹے کے ہوں اور ایک ایک بیٹے کا تو وہ چار لوں برابر کے حصہ دار ہوں گے۔ یہ طرز تضمیم ایسا ہے کہ نہ اس پر قرآن شاہد ہے نہ حدیث، اور عقل کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ وہ تیزیں بیٹے اپنے باپ کے قائم مقام میں جو زیادہ میں زیادہ لفظ کا حصہ دار ہو سکتا تھا پھر اس کے قائم مقام تین ٹلت کیونکر پا سکے ہیں۔ یہاں بھی فقہاء قائم مقامی کے اصول کو نظر انداز کر دیاں